17

مومن وہ ہے جو علیٰ وجہ البصیرۃ ایمان رکھتا ہو

(فرمودہ ۶؍ستمبر ۱۹۱۸ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ یوسف کی مندرجہ ذیل آیت تلاوت کی۔ "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۚ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (سورۃ یوسف: ۱۰۹)

اور اس کے بعد فرمایا:۔

بہت سے لوگ دنیا میں ایک بات کے ماننے کے دعویدار ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ان کے پاس اس کے حق ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ انسان کو دوسری مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔ کہ اسے خدا تعالیٰ نے امتیاز کی طاقت دی ہے۔ یعنی بُری اور اچھی چیزیں میں سے جو اچھی چیز ہو اس کو بُری سے الگ کرکے اس پر عمل کرے۔ مگر جانوروں میں یہ بات نہیں رکھی گئی۔ وہ جس حالت میں ابتداء میں تھے اسی میں چلے آتے ہیں۔ تاہم انسان میں یہ طاقت ہونے کے باوجود کم لوگ اس کو استعمال کرتے ہیں۔ اور بہت ہیں جو کسی امر کو سچا مانتے ہیں، لیکن اگر ان سے دریافت کریں تو وہ بیان نہیں کرسکیں گے۔ کہ وہ کیوں اس عقیدہ کے قائل ہیں۔ اگر تمام دنیا کی مردم شماری کی جائے تو ایک کروڑ میں سے ۹۹ لاکھ ایسے ہونگے جو آبائی مذہب پر قائم ہوں گے۔ بلکہ اس سے بھی زائد اور بہت سے ایسے ہونگے جو اپنے مزعوم دین کے لیے جان بھی دیدیں گے۔ مگر اس کے سچے ہونے کی دلیل ان کے پاس کوئی نہیں ہوگی کیونکہ وہ جو کسی مذہب کے قائل ہیں۔ تو اس لیے نہیں کہ انھوں نے تحقیق کرکے اسے قبول کیا ہے بلکہ اس لیے کہ انکے ماں باپ اس مذہب کے قائل تھے۔ پچھلے دنوں جو بہار میں فساد ہوا۔ اگر ان ہندوؤں سے جاکر پوچھا جائے کہ مسلمانوں کے خلاف ان کا جوش و خروش کیوں تھا۔ اور کیوں ان کو دکھ دیا گیا۔ تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اس کی سوائے اس کے کوئی وجہ نہیں بتا سکیں گے۔ کہ وہ لوگ ہندو نہ تھے، لیکن اگر ان سے پوچھا جائے کہ ہندو مذہب کیا ہے اور تم کیوں ہندو کہلاتے ہو تو وہ یہی کہیں گے کہ یہ بات تو ہمارے پنڈتوں

سے جا کر دریافت کرو۔ اور اگر پنڈتوں سے دریافت کیا جاتے۔ تو ان میں سے بھی بہت سے ایسے نکلیں گے کہ جو کہیں گے بھی تو یہی کہ ہمارا مذہب قدیمی اور پرانا مذہب ہے۔ اس لیے سچا ہے۔ تو وہ ایسے دلائل دیں گے۔ جو درحقیقت دلائل نہیں ہونگے بلکہ دلائل نما دعاوی ہونگے۔ یہی حال دیگر مذاہب کا ہے۔

ایک دفعہ مجھے ایک پادری سے ملاقات کا اتفاق ہوا وہ ۳۵ سال سے عیسائیت کی تبلیغ کر رہا تھا اور بہت سے لوگ اس کے ذریعہ عیسائی ہو چکے تھے وہ ایک جگہ اشتہار تقسیم کر رہا تھا۔ مَیں نے ایک دوست کو اس کے پاس بھیجا کہ اس سے دریافت کرو کہ وہ کس وقت ملاقات کر سکتا ہے اس پر اس نے اپنے مکان کا پتہ دیا اور وقت بھی مقرر کر دیا۔ مقررہ وقت پر مَیں اس کے پاس گیا اور تثلیث پر گفتگو شروع ہوئی۔

مَیں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ لوگ جس تثلیث کے قائل ہیں۔ اس کے متعلق مجھے یہ بتلا دیجئے کہ کس رنگ میں قائل ہیں۔ آیا خدا کے تین صفات ہیں۔ یا تین حیثیتیں ہیں۔ یا تین الگ الگ وجود ہیں۔ اس نے کہا۔ کہ جو لوگ خدا کی تین صفات یا تین حیثیتوں کے قائل ہیں۔ وہ درحقیقت مذہب کے قائل نہیں۔ بلکہ مذہب کو بگاڑتے ہیں۔ مذہبی گروہ تین وجودوں کا قائل ہے۔

مَیں نے کہا جب تین وجود ہیں تو وہ تینوں مکمل ہیں یا تینوں مل کر ایک وجود ہوتے ہیں۔ اس نے جواب دیا، نہیں تینوں مکمل ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ جب وہ تینوں مکمل ہیں تو کیا تینوں ملکر کام کرتے ہیں۔ یا الگ الگ، اگر ایک کام کرتا ہے تو باقی دو بیکار بیٹھے رہتے ہیں۔ اس نے کہا اب خدا نے اپنے بیٹے کے سپرد اس کارخانہ کو کر دیا ہے۔ مَیں نے کہا کہ اگر باپ نے بیٹے کے سپرد کر دیا ہے تو گویا اب وہ خود بیکار ہو گیا ہے اس پر اس نے کہا نہیں تینوں مل کر کام کرتے ہیں اور تینوں مکمل بھی ہیں۔ اس کی میز پر ایک قلم پڑا تھا۔ مَیں نے اُسے اُٹھا لیا اور پوچھا کہ اگر تین شخص مل کر اس قلم کو اُٹھائیں تو آپ انھیں کیا کہیں گے۔ اس نے کہا کہ مَیں انھیں بیوقوف کہونگا۔ مَیں نے کہا اچھا جب تینوں خدا مکمل ہیں اور تینوں میں سے ہر ایک اس دُنیا کے نظام کو قائم رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔ تو کیا وجہ کہ تینوں ملکر اس کام کو کر رہے ہیں۔ جسے اکیلا اکیلا کر سکتا ہے۔ اس سے تو ماننا پڑیگا کہ تینوں لغو کام کرتے ہیں اور اگر ان میں سے ایک کرتا ہے تو پھر دو کو بیکار اور بے سود ماننا پڑیگا۔

اس نے آخر میں کہا کہ بات اصل میں یہ ہے کہ تثلیث کا مسئلہ ایسا مسئلہ ہے کہ جب تک انجیل پر ایمان نہ ہو سمجھ میں نہیں آسکتا۔ مَیں نے کہا کہ انجیل کا ماننا تو اس پر موقوف ہے کہ انجیل کا مسئلہ

سمجھ میں آجاوے اور تثلیث کا مسئلہ سمجھنا اس پر موقوف ہے کہ انجیل کو پہلے مان لیا جائے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ نہ مسئلہ تثلیث سمجھ میں آسکتا ہے نہ انجیل پر ایمان لایا جا سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ تثلیث کے مسئلہ پر عیسائی مذہب کی بنیاد نہیں۔ بلکہ کفارہ پر ہے۔ آپ کسی دوسرے وقت مجھ سے اس پر گفتگو کریں میں نے اس پر خوب غور کیا ہوا ہے اور اس کی تائید میں بہترین دلائل مہیا کئے ہوتے ہیں۔

میں دوسرے دن اس کے پاس گیا اور کفارہ کے متعلق دریافت کیا کہ مسیح جو انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ہوا۔ تو وہ کس حیثیت سے ہوا ہے۔ آیا خدا ہونے کی حیثیت سے۔ یا انسان ہونے کی حیثیت سے۔ اس نے کہا انسان ہونے کی حیثیت میں کفارہ ہوا ہے۔ کیونکہ جب تک انسان کی جنس نہ ہوتا۔ وہ ان کے لیے کیسے کفارہ ہو سکتا تھا۔ اس پر اس نے ایک لمبی تقریر کی۔ اور کہا کہ چونکہ آدم نے گناہ کیا۔ اس لیے اس کے بیٹے بھی گناہگار ہیں۔ اور گناہ سے کسی صورت میں بچ نہیں سکتے۔ اس لیے خدا نے اپنے بیٹے کو جو گناہوں سے پاک ہے بھیجا۔ تا ان کی خاطر سولی چڑھے اور ان کے گناہ معاف ہوں۔ پس وہ انسانوں کے لیے کفارہ ہو گیا۔ میں نے اس کو کہا کہ اگر گرم اور ٹھنڈے پانی کو ملا دیا جائے تو پانی گرم زیادہ ہو گا یا ٹھنڈا۔ اس نے کہا کہ گرم کی گرمی اور سرد کی سردی دُور ہو کر درمیانی حالت پیدا ہو جائے گی۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کہ شیطان کی غرض آدم کو بہکانا تھا یا حوّا کو۔ اس نے کہا آدم کو۔ میں نے کہا اس نے اس غرض کے لیے کیا ذریعہ اختیار کیا۔ اس نے کہا شیطان نے اوّل حوّا کو بہکایا اور اس کے ذریعہ آدم کو گناہ گار بنایا۔ میں نے پوچھا براہ راست کیوں نہ اس نے آدم کو گناہ کی طرف متوجہ کیا۔ اس نے کہا کہ چونکہ آدم حوّا کی نسبت قوی تھا۔ اس لیے وہ اس کے پھندے میں نہیں آسکتا تھا اور حوّا کمزور تھی اس لیے اس نے اس کو پہلے بہکایا۔ اور پھر اسکے ذریعہ آدم کو بہکایا۔ میں نے کہا اب آپ فرمایئے کہ آیا وہ انسان جو آدم اور حوّا کے میل سے پیدا ہوں، وہ شیطان کے مقابلہ میں قوی ہونگے۔ یا وہ جن میں صرف حوّا کا اثر ہو۔ ظاہر ہے کہ آدم اور حوّا کے میل کے بچے محض حوّا کے بچے سے قوی ہونگے۔ پس آپ کیسے کہتے ہیں کہ حوّا کا بچہ آدم اور حوّا کے بچوں کی رستگاری کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اس پر اس نے کہا کیا مٹی میں سے سونا نہیں پیدا ہو جاتا۔ میں نے کہا درست ہے۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ آدم کی اولاد ساری گنہگار نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا نہیں نہیں سونے میں سے سونا پیدا ہوتا ہے۔ میں نے کہا پھر حوّا جسے شیطان نے آدم کو ورغلانے کا ذریعہ بنایا صرف اس کی اولاد پاک نہیں ہو سکتی۔ اس کے متعلق اور بھی بہت گفتگو ہوئی۔ آخر میں کھڑا ہو گیا اور کبھی اپنی عینک کو صاف کرتا کبھی اسے لگا لیتا۔ کبھی اُتار دیتا اور بڑا حواس باختہ سا

ہو کر کہنے لگا کہ بات اصل میں یہ ہے کہ مَیں کفارہ کا اس لیے قائل ہوں کہ عیسائیوں کے گھر میں پیدا ہوا ہوں ورنہ میں اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اور نہ اس کی صداقت کے دلائل رکھتا ہوں۔ دیکھو تثلیث پر بحث کرتے وقت تو اس نے کہا تھا کہ کفارہ پر گفتگو کیجیئے۔ مَیں اس کے متعلق نہایت زبردست دلائل رکھتا ہوں، لیکن جب اس پر گفتگو ہوئی تو کہدیا کہ مَیں اس لیے اس کا قائل ہوں کہ عیسائیوں کے گھر میں پیدا ہوا ہوں۔

اسی طرح ایک اور عیسائی سے گفتگو ہوئی۔ وہ عیسائیوں کے کالج کا پرنسپل تھا۔ وہ جب لاجواب ہو گیا۔ تو کہنے لگا اصل بات یہ ہے کہ سوال تو بیوقوف بھی کر سکتا ہے۔ جواب دینے والا عقلمند ہونا چاہیئے مَیں نے کہا میں تو آپ کو عقلمند سمجھ کے ہی آیا تھا۔ اچھا اگر آپ جواب نہیں دے سکتے تو نہ سہی۔

تو بہت لوگ ہیں جو کسی صداقت کا اپنے پاس کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔ آجکل جو لوگ عیسائی ہو جاتے ہیں اس کی یہ وجہ نہیں کہ عیسائی مذہب کی صداقت کے قائل ہوتے ہیں۔ یا عیسائیت کی صداقت کے انکے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر عیسائی ہو گئے۔ تو نوکریوں میں آسانیاں ہونگی۔ تعلیم میں سہولتیں پیدا ہو جائیں گی۔ یا کسی قسم کے اور فوائد حاصل ہونگے بہت ہی قلیل لوگ ہوتے ہیں۔ جو دلائل کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باطل مذہب دُنیا میں قائم ہیں۔ اندھیرے میں کوئی شخص اپنی مکروہ اور گھناؤنی چیز کو بھی خوبصورت کہہ سکتا ہے، لیکن روشنی میں جو چیز خوبصورت ثابت ہو وہی خوبصورت ہوتی ہے۔

قرآن شریف نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جو بات مانو دلیل سے مانو۔ اور مومن وہی ہے جو دلائل اپنے پاس رکھتا ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ ہر شخص ہر بات کے دلائل اور براہین کا ماہر نہیں ہو سکتا لیکن ان مسائل کا یا دلائل سمجھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ جنکا تعلق عقائد سے ہے مثلاً ہستی باری تعالیٰ وجود ملائکہ قضاء و قدر ثبوت قیامت۔ نبیوں کی صداقت ان سب مسائل کے دلائل معلوم ہونے چاہئیں۔ اگر سب دلائل معلوم نہ ہوں تو نہ ہوں۔ اور یہ کوئی ضروری بھی نہیں۔ کہ سارے ہی دلائل معلوم ہوں۔ اگر تفصیلات معلوم نہیں تو اجمالی طور پر ہی سہی، لیکن ایک حد تک معلوم ہونا ضروری ہے۔

یوں تو بہت سے ایسے دلائل ہیں جو آج ہمیں معلوم ہیں، لیکن تیرہویں صدی والوں کو معلوم نہ تھے۔ اور بہت ہیں جو تیرھویں صدی والوں کو معلوم تھے اور بارہویں صدی والوں کو معلوم نہ تھے۔ یا مثلاً بہت سی پیشگوئیاں تھیں جو آج پوری ہو گئیں صحابہ کے وقت ان کا پتہ بھی نہ تھا۔ تو ان پیشگوئیوں کے معلوم نہ ہونے سے یہ نہیں تھا کہ صحابہ کے ایمانوں میں خدانخواستہ کوئی کمزوری تھی۔ نہیں۔ بلکہ ان کے ایمان بہت مضبوط تھے۔ بات یہ ہے کہ سارے دلائل جو کسی بات کی صداقت کے ہوتے ہیں وہ معلوم ہونے

ضروری نہیں ہوتے۔ بلکہ اطمینان قلب اور دلی تسلی کے لیے جہانتک ہوسکے۔ اتنے دلائل معلوم کرنا نہایت ضروری ہیں۔

دلائل دو قسم کے ہیں۔ ایک تو مشاہدہ کے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے عقلی یا نقلی مثلاً ایک شخص کو خدا کا اتنا قرب حاصل ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے جلال کے ساتھ اس پر جلوہ فرما کر اپنی وحی و کلام سے مشرف فرماتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے خدا تعالیٰ کا وجود مشاہدہ کے رنگ میں آجاتا ہے۔ لیکن جن کو مشاہدہ کا مقام میسر نہ ہو ان کو دلائل عقلی و نقلی جس قدر ہوسکیں معلوم ہونے چاہئیں۔ ہماری جماعت کے لوگوں کا فرض ہے کہ اسلام کے متعلق جس قدر ضروری مسائل ہیں اور جن پر اس کی بنیاد ہے۔ انکو معلوم کریں۔ نیز وہ مسائل جن کا تعلق سلسلہ سے ہے۔ یعنی وفات مسیح۔ صداقت مسیح موعودؑ ہے۔ ختم نبوت ہے، بعثت انبیاء۔ وغیرہ ان سب کے دلائل ہر ایک احمدی کو ایک حد تک آنے چاہئیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نبی کریمؐ کو فرماتا ہے۔ قُلْ ھٰذِہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی کہدے کہ یہ میری راہ ہے۔ مَیں اللہ کی طرف بُلاتا ہوں مَیں اور میرے متبع علی وجہ البصیرۃ اس پر قائم ہیں۔ اس آیت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین وہی لوگ ہوسکتے ہیں۔ جو بصیرت کے ساتھ اسلام پر قائم ہوں، یعنی وہ دلائل جن سے بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ خواہ عقلی ہوں خواہ مشاہدہ کے طور پر بہر حال انہیں معلوم ہونے چاہئیں۔ کیونکہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین انہیں کو قرار دیتا ہے۔ جن کو بصیرت حاصل ہو۔ جس کے دوسرے رنگ میں یہ معنے ہوتے۔ کہ جس کو بصیرت حاصل نہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ بصیرت کے لیے ضروری نہیں کہ تمام تفصیلات بھی معلوم ہوں، بلکہ بصیرت اس کو کہتے ہیں کہ ایک حد تک علم ہو۔ اگر پورے طور پر علم ہو تو وہ تو بہت ہی اچھی چیز ہے۔ ورنہ اتنا معلوم ہونا ضروری ہے کہ احمدیت سچی ہے تو اس کے موٹے موٹے دلائل کیا ہیں۔ اور جن مسائل کا اس سے تعلق ہے۔ ان کی سچائی کے کیا دلائل ہیں۔

اگر بصیرت حاصل ہو جاتے۔ تو ایمان کی لذت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ لوگ جو جھٹ پٹ ذرا بھی بدظنی پر ٹھوکر کھالیتے ہیں۔ ہلاکت سے بچ جائیں۔ عالم وہی نہیں ہوتا جس کو سارے علوم معلوم ہوں بلکہ عالم وہ ہوتا ہے جس کو علوم کسی حد تک معلوم ہوں۔ مَیں نے وہ مسائل بتادیئے ہیں کہ جن کے دلائل کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ان کے دلائل نہیں جانتا۔ تو اس کی حالت خطرہ سے خالی

نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی مسئلہ کو اس لیے مانتا ہے کہ مَیں اس کا قائل ہوں۔ تو وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جس پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھتا ہے۔ اس کی زندگی کا کیا اعتبار ہے۔

پس عقیدہ کی بنیاد کسی انسان پر نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ صحیح اور سچے دلائل پر ہونی چاہیئے۔ بھیڑ چال اچھی چیز نہیں۔ کہ فلاں چونکہ اس مسئلہ کا قائل ہے: تو ہم بھی اسے مانتے ہیں۔

بھیڑوں کے متعلق مشہور ہے کہ اگر راستہ میں ایک رسی باندھ کر اس پر سے دو تین بھیڑوں کو کُدا دیں اور پھر اسے ہٹالیں۔ تو باقی بھیڑیں یونہی اس مقام سے کُود کر گذریں گی۔

تو ایسا ایمان کوئی ایمان نہیں ہوتا۔ جو کسی کی وجہ سے ہو۔ اور جس کے متعلق اپنے پاس دلائل نہ ہوں۔ ایسا شخص ابتلاؤں سے نہیں بچ سکتا۔

مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے اور بصیرت دے تاکہ ہمارے متعلق بھی وہی کہا جاتے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اسلام پر علی وجہ البصیرۃ قائم تھے۔"

(الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۱۸ء)